تقریر بابت مسیح موعودؑ
وقت 5-7منٹ

تقریر

حضرت مسیح موعودؑ کی احباب جماعت کو نصائح

(از ملفوظات جلد اوّل ایڈیشن 1984ء)

(تقریر نمبر6)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ (الفرقان:78)

تُو کہہ دے کہ اگر تمہاری دعا نہ ہوتی تو میرا رب تمہاری کوئی پرواہ نہ کرتا۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

سامعین کرام! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افاضات اور فرمودات پر مشتمل ملفوظات پر دس جلدیں زیر مطالعہ رہتی ہیں۔ ان سے اپنی ذاتی اصلاح اور احباب جماعت کی تعلیم و تربیت اور اصلاحِ احوال کے لئے بہت قیمتی نصائح مل جاتی ہیں۔اِن کو پڑھ کر خیال گزرا کہ کیوں نہ آپؑ کی اہم اور مفید نصائح کو افادہ عام کے لئے تقاریر کی صورت میں جمع کر دیا جائے۔ سو آج ملفوظات جلد اوّل ایڈیشن 1984ء سے چند اہم اور قیمتی نصائح قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔ یہ اس سلسلہ کی تقریر نمبر6 ہے۔

کامیابی ملنے پر مومن کو کیا کرنا چاہیے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”اِنسان کو ہر قسم کی کامیابی کے موقع پر ایک خوشی ہوتی ہے۔ قرآن شریف سے تین قسم کی خُوشیاں لہو، لعب، تفاخر معلوم ہوتی ہیں۔ لہو میں اشیاء خوردنی شامل ہیں اور لعب میں شادی وغیرہ کی خوشیاں اور تفاخر میں مال وغیرہ کی خوشیاں۔ یہ تین قسم کی خوشیاں ہیں۔ ان سے باہر کوئی خوشی نہیں۔ مگر یاد رکھو کہ کامیابیاں اور یہ خوشیاں دائمی نہیں ہوتی ہیں۔ بلکہ اُن کے ساتھ دِل لگاؤ گے تو سخت حرج ہوگا اور رفتہ رفتہ ایک وقت آجاتا ہے کہ اِن خوشیوں کا زمانہ تلخیوں سے بدلنے لگتا ہے۔ دُنیا کی کامیابیاں ابتلاء سے خالی نہیں ہوتی ہیں۔ قرآن شریف میں آیا ہے۔ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ۔ یعنی مَوت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ ہم تمہیں آزمائیں، کامیابی اور ناکامی بھی زندگی اور موت کا سوال ہوتا ہے۔ کامیابی ایک قسم کی زندگی ہوگی۔ جب کسی کو اپنے کامیاب ہونے کی خبر پہنچتی ہے تو اس میں جان پڑ جاتی ہے اور گویا نئی زندگی ملتی ہے اور اگر ناکامی کی خبر آجائے تو زندہ ہی مر جاتا ہے اور بسا اوقات بہت سے کمزور دِل آدمی ہلاک بھی ہو جاتے ہیں۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ عام زندگی اور موت تو ایک

آسان امر ہے۔ لیکن جہنمی زندگی اور موت دُشوار ترین چیز ہے۔ سعید آدمی ناکامی کے بعد کامیاب ہو کر اور بھی سعید ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ پر ایمان بڑھ جاتا ہے۔ اُس کو ایک مزہ آتا ہے۔ جب وُہ غور کرتا ہے کہ میرا خدا کیسا ہے اور دُنیا کی کامیابی خداشناسی کا ایک بہانہ ہو جاتا ہے۔ ایسے آدمیوں کے لئے یہ دُنیوی کامیابیاں حقیقی کامیابی کا (جس کو اسلام کی اصطلاح میں فلاح کہتے ہیں) ایک ذریعہ ہو جاتی ہیں۔ مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ سچّی خوشحالی سچی راحت دُنیا اور دُنیا کی چیزوں میں ہرگز نہیں ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ دُنیا کے تمام شعبے دیکھ کر بھی انسان سچا اور دائمی سُرور حاصل نہیں کر سکتا۔ تُم دیکھتے ہو کہ دولتمند زیادہ مال و دَولت رکھنے والے ہر وقت خنداں رہتے ہیں۔ مگر اُن کی حالت جرب یعنی خارش کے مریض کی سی ہوتی ہے۔ جس کو کھجلانے سے راحت ملتی ہے۔ لیکن اس خارش کا آخری نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ یہی کہ خون نکل آتا ہے۔ پس اِن دُنیوی اور عارضی کامیابیوں پر اس قدر خوش مت ہو کہ حقیقی کامیابی سے دُور چلے جاؤ۔ بلکہ اِن کامیابیوں کو خداشناسی کا ایک ذریعہ قرار دو۔ اپنی ہمت اور کوشش پر ناز مت کرو اور مت سمجھو کہ یہ کامیابی ہماری کسی قابلیت اور محنت کا نتیجہ ہے۔ بلکہ سوچو کہ اس رحیم خدا نے جو کبھی کسی کی سچی محنت کو ضائع نہیں کرتا ہے۔ ہماری محنت کو بارور کیا۔ ورنہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ صدہا طالب علم آئے دن امتحانوں میں فیل ہوتے ہیں۔ کیا وُہ سب کے سب محنت نہ کرنے والے اور بالکل غبی اور بلید ہی ہوتے ہیں؟ نہیں! بلکہ بعض ایسے ذکی اور ہوشیار ہوتے ہیں کہ پاس ہونے والوں میں سے اکثر کے مقابلہ میں ہوشیار ہوتے ہیں۔ اس لئے واجب اور ضروری ہے کہ ہر کامیابی پر مومن خدا تعالیٰ کے حضور سجدات شُکر بجالائے کہ اُس نے محنت کو اکارت تو نہیں جانے دیا۔ اس شکر کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ سے محبت بڑھے گی اور ایمان میں ترقی ہوگی اور نہ صرف یہی بلکہ اَور بھی کامیابیاں ملیں گی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم میری نعمتوں کا شکر کرو گے تو البتہ میں نعمتوں کو زیادہ کروں گا اور اگر کُفرانِ نعمت کرو گے۔ تو یاد رکھو عذابِ سخت میں گرفتار ہو گے۔

اس اُصول کو ہمیشہ مدنظر رکھو۔ مومن کا کام یہ ہے کہ وُہ کسی کامیابی پر جو اُسے دی جاتی ہے۔ شرمندہ ہوتا ہے اور خدا کی حمد کرتا ہے کہ اُس نے اپنا فضل کیا اور اس طرح پر وہ قدم آگے رکھتا ہے اور ہر ابتلا میں ثابت قدم رہ کر ایمان پاتا ہے۔ بظاہر ایک ہندو اور مومن کی کامیابی ایک رنگ میں مُشابہ ہوتی ہے لیکن یاد رکھو کہ کافر کی کامیابی ضلالت کی راہ ہے اور مومن کی کامیابی سے اُس کے لئے نعمتوں کا دروازہ کھلتا ہے۔ کافر کی کامیابی اِس لئے ضلالت کی طرف لے جاتی ہے کہ وُہ خدا کی طرف رجُوع نہیں کرتا۔ بلکہ اپنی محنت، دانش اور قابلیّت کو خدا بنالیتا ہے۔ مگر مومن خدا کی طرف رجُوع کر کے خدا سے ایک نیا تعارف پیدا کرتا ہے اور اِس طرح پر ایک کامیابی کے بعد اُس کا خدا سے ایک نیا معاملہ شروع ہو جاتا ہے اور اُس میں تبدیلی ہونے لگتی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا۔ خدا اُن کے ساتھ ہوتا ہے جو متّقی ہوتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن شریف میں تقویٰ کا لفظ بہت مرتبہ آیا ہے۔ اس کے معنے پہلے لفظ سے کئے جاتے ہیں۔ یہاں مَعَ کا لفظ آیا ہے۔ یعنی جو خدا کو مقدم سمجھتا ہے۔ خدا اس کو مقدّم رکھتا ہے اور دُنیا میں ہر قسم کی ذلّتوں سے بچالیتا ہے۔ میرا ایمان یہی ہے کہ اگر انسان دُنیا میں ہر قسم کی ذلّت اور سختی سے بچنا چاہتا ہے تو اُس کے لئے ایک ہی راہ ہے کہ متقی بن جائے۔ پھر اُس کو کسی چیز کی کمی نہیں۔ پس مومن کی کامیابیاں اُس کو آگے لے جاتی ہیں اور وُہ وہیں پر نہیں ٹھہر جاتا۔ اکثر لوگوں کے حالات کتابوں میں لکھتے ہیں کہ اوائل میں دُنیا سے تعلق رکھتے تھے اور شدید تعلق رکھتے تھے۔ لیکن اُنہوں نے کوئی دُعا کی اور وُہ قبول ہوگئی۔ اِس کے بعد ان کی حالت ہی بدل گئی۔ اِس لئے اپنی دُعاؤں کی قبولیّت اور کامیابیوں پر نازاں نہ ہو بلکہ خدا کے فضل وعنایت کی قدر کرو۔ قاعدہ ہے کہ کامیابی پر ہمّت اور حوصلہ میں ایک نئی زندگی آجاتی ہے۔ اس زندگی سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور اِس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت میں ترقی کرنی چاہئے۔ کیونکہ سب سے اعلیٰ درجہ کی بات جو کام آنے والی ہے۔ وہ یہی معرفتِ الٰہی ہے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم پر غور کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کو کوئی روک نہیں سکتا۔

بہت تنگدستی بھی انسان کو مصیبت میں ڈال دیتی ہے۔ اس لئے حدیث میں آیا ہے۔ اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْہِ۔ ایسے لوگ مَیں نے خود دیکھے ہیں۔ جو اپنی تنگدستیوں کی وجہ سے دہریّہ ہوگئے ہیں۔ مگر مومن کسی تنگی پر بھی خدا سے بدگمان نہیں ہوتا اور اس کو اپنی غلطیوں کا نتیجہ قرار دے کر اُس سے رحم اور فضل کی درخواست کرتا ہے اور جب وُہ زمانہ گزر جاتا ہے اور اُس کی دعائیں بارور ہوتی ہیں۔ تو وُہ اس عاجزی کے زمانہ کو بُھولتا نہیں۔ بلکہ اُسے یاد رکھتا ہے۔ غرض اگر اِس پر ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کام پڑنا ہے تو تقویٰ کا طریق اختیار کرو۔ مُبارک وُہ جو کامیابی اور خوشی کے وقت تقویٰ اختیار کرے اور بدقسمت وُہ ہے جو ٹھوکر کھا کر اُس کی طرف نہ جُھکے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 154-157)

اخلاق بارے نصیحت کرتے ہوئے حضورؑ فرماتے ہیں۔

"یاد رکھو! فضائل بھی امراض متعدّیہ کی طرح متعدّی ہونے ضروری ہیں۔ مومن کے لئے حکم ہے وہ اپنے اخلاق کو اس درجہ پر پہنچائے کہ وہ متعدّی ہو جائیں۔ کیونکہ کوئی عُمدہ بات قابل پذیرائی اور واجب التعمیل نہیں ہو سکتی۔ جب تک اُس کے اندر ایک چمک اور جذبہ نہ ہو۔ اُس کی درخشانی دُوسروں کو اپنی طرف متوجّہ کرتی ہے اور جذب

ان کو کھینچ لاتا ہے اور پھر اس فیض کی اعلیٰ درجہ کی خوبیاں خود بخود دوسرے کے عمل کی طرف توجہ دلاتی ہیں۔ دیکھو! حاتم کا نیک نام ہونا سخاوت کے باعث مشہور ہے۔ گو مَیں نہیں کہہ سکتا کہ وہ خُلوص سے تھی۔ ایسا ہی رستم و اسفندیار کی بہادری کے فسانے عام زبان زد ہیں۔ اگرچہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ خُلوص سے تھے۔ میرا ایمان اور مذہب یہ ہے کہ جب تک انسان سچا مومن نہیں بنتا۔ اُس کے نیکی کے کام خواہ کیسے ہی عظیم الشان ہوں لیکن وُہ ریاکاری کے ملمّع سے خالی نہیں ہوتے۔ لیکن چونکہ اُن میں نیکی کی اصل موجود ہوتی ہے اور یہ وُہ قابل قدر جوہر ہے جو ہر جگہ عزّت کی نِگاہ سے دیکھا جاتا ہے اس لئے بایں ہمہ ملمّع سازی و ریاکاری وہ عزّت سے دیکھے جاتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 212-213)

رونا اور صدقات

"دُعا بہت بڑی سِپر کامیابی کے لئے ہے۔ یُونسؑ کی قوم گریہ وزاری اور دُعا کے سبب آنے والے عذاب سے بچ گئی۔ میری سمجھ میں محاتبت، مغاضبت کو کہتے ہیں اور حُوت مچھلی کو کہتے ہیں اور نُون تیزی کو بھی کہتے ہیں اور مچھلی کو بھی۔ پس حضرت یُونسؑ کی وُہ حالت ایک مغاضبت کی تھی۔ اصل یُوں ہے کہ عذاب کے ٹل جانے سے ان کو شکوہ اور شکایت کا خیال گزرا کہ پیشگوئی اور دُعایوں ہی رائیگاں گئی اور یہ بھی خیال گزرا کہ میری بات پُوری کیوں نہ ہوئی۔ پس یہی مغاضبت کی حالت تھی۔ اس سے ایک سبق مِلتا ہے کہ تقدیر کو اللہ بدل دیتا ہے اور رونا دھونا اور صدقات فرد قرار داد جُرم کو بھی ردّی کر دیتے ہیں۔ اصول خیرات کا اسی سے نِکلا ہے۔ یہ طریق اللہ کو راضی کرتے ہیں۔ عِلم تعبیر الرؤیا میں مال کلیجہ ہوتا ہے۔ اس لئے خیرات کرنا، جان دینا ہوتا ہے۔ انسان خیرات کرتے وقت کس قدر صِدق وثبات دکھاتا ہے اور اصل بات تو یہ ہے کہ صرف قیل و قال سے کچھ نہیں بنتا۔ جب تک کہ عملی رنگ میں لا کر کسی بات کو نہ دکھایا جاوے۔ صدقہ اس کو اِسی لئے کہتے ہیں کہ صادقوں پر نشان کر دیتا ہے۔
حضرت یونسؑ کے حالات میں درمنثور میں لکھا ہے کہ آپ نے کہا کہ مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ جب تیرے سامنے کوئی آوے گا تجھے رحم آ جائے گا۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 237-238)

ریاء سے بچا جائے۔ فرمایا

"ریاء جس کی چال ایک چیونٹی کی طرح ہے۔ بعض وقت انسان بے سمجھے لیکن موقعہ پر رِیاء کو دِل میں پَیدا ہونے کا موقعہ دے دیتا ہے۔ مثلاً ایک کا چاقو گُم ہو جاوے اور وُہ دوسرے سے دریافت کرے تو اس موقعہ پر ایک متقی کا جنگ شیطان سے شروع ہو جاتا ہے۔ جو اُسے سِکھاتا ہے کہ مالک چاقو کا اس طرح دریافت کرنا ایک قسم کی بے عزتی ہے جس سے اس کے افروختہ ہونے کا احتمال ہوتا ہے اور ممکن ہے آپس میں لڑائی بھی ہو جاوے۔ اس موقعہ پر ایک متقی کو اپنے نفس کی بدخواہش سے جنگ ہے۔ اگر اس شخص میں محض للہ دیانت مُوجود ہو تو غصّہ کرنے کی اس کو ضرورت ہی کیا ہے۔ کیونکہ دیانت جس قدر مخفی رکھی جاوے۔ اُسی قدر بہتر ہے۔ مثلاً ایک جوہری کو راستہ میں چند چور مل جاویں اور چور آپس میں اس کے متعلق مشورہ کریں۔ بعض اُسے دولت مند بتلا دیں اور بعض کہیں کہ کنگال ہے۔ اب مقابلتًا یہ جوہری انہیں کو پسند کرے گا جو اُسے کنگال ظاہر کریں گے۔

اسی طرح یہ دُنیا کیا ہے۔ ایک قسم کی دار الابتلاء ہے۔ وہی اچھا ہے۔ جو ہر ایک امر خفیہ رکھے اور ریاء سے بچے۔ وہ لوگ جن کے اعمال للّٰہی ہوتے ہیں وہ کسی پر اپنے اعمال ظاہر ہونے نہیں دیتے۔ یہی لوگ متقی ہیں۔

مَیں نے تذکرۃ الاولیاء میں دیکھا ہے کہ ایک مجمع میں ایک بزرگ نے سوال کیا کہ اس کو کچھ روپیہ کی ضرورت ہے۔ کوئی اس کی مدد کرے ایک نے صالح سمجھ کر اُس کو ایک ہزار روپیہ دیا۔ اُنہوں نے روپیہ لے کر اس کی سخاوت اور فیاضی کی تعریف کی۔ اس بات پر وُہ رنجیدہ ہوا کہ جب یہاں ہی تعریف ہوگئی تو شاید ثواب آخرت سے محرومیّت ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد وُہ آیا اور کہا کہ وُہ روپیہ اس کی والدہ کا تھا جو دینا نہیں چاہتی۔ چنانچہ وہ روپیہ واپس دیا گیا۔ جس پر ہر ایک نے لعنت کی اور کہا کہ جُھوٹا ہے۔ اصل میں روپیہ دینا نہیں چاہتا۔ جب شام کے وقت وُہ بزرگ گھر گیا۔ تو وُہ شخص ہزار روپیہ اس کے پاس لایا اور کہا کہ آپ نے بر سرِ عام میری تعریف کر کے مجھے محروم ثواب آخرت کیا۔ اس لئے مَیں نے یہ بہانہ کیا۔ اب یہ روپیہ آپ کا ہے۔ لیکن آپ کسی کے آگے نام نہ لیں۔ بزرگ رو پڑا اور کہا کہ اب تُو قیامت تک مورد لعن طعن ہوا کیونکہ کل کا واقعہ سب کو معلوم ہے اور یہ کسی کو معلوم نہیں۔ کہ تُو نے مجھے روپیہ واپس دے دیا ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 22-23)

عمل ایمان کا زیور ہے۔ فرمایا:

"اس قسم کے واقعات بہت ڈراتے ہیں۔ اس لئے اپنے ایمانوں کو وزن کرو۔ عمل ایمان کا زیور ہے۔ اگر انسان کی عملی حالت درست نہیں ہے تو ایمان بھی نہیں ہے۔ مومن ایک خوبصورت ہوتا ہے جس طرح ایک خوبصورت انسان کو معمولی اور ہلکا سا زیور بھی پہنا دیا جائے تو وہ اسے زیادہ خوبصورت بنا دیتا ہے۔ اسی طرح پر ایک ایماندار کو اس کا عمل نہایت خوبصورت بنا دیتا ہے۔ اگر وُہ بد عمل ہے تو پھر کچھ بھی نہیں۔ انسان کے اندر جب حقیقی ایمان پیدا ہو جاتا ہے تو اُس کو اعمال میں ایک خاص لذّت آتی ہے اور اُس کی معرفت کی آنکھ کُھل جاتی ہے۔ وُہ اس طرح نماز پڑھتا ہے جس طرح نماز پڑھنے کا حق ہوتا ہے۔ گُناہوں سے اُسے بیزاری پیدا ہو جاتی ہے۔ ناپاک مجلس سے نفرت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسُول کی عظمت اور جلال کے اظہار کے لئے اپنے دل میں ایک خاص جوش اور تڑپ پاتا ہے۔ ایسا ایمان اُسے حضرت مسیحؑ کی طرح صلیب پر چڑھ جانے سے بھی نہیں روکتا۔ وُہ خدا کے لئے اور صرف خدا تعالیٰ کے لئے حضرت ابراہیمؑ کی طرح آگ میں بھی پڑ جانے سے راضی ہوتا ہے۔ جب وہ اپنی رضا کو رضاء الٰہی کے ماتحت کر دیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ جو علیم بذاتِ الصُّدور ہے اُس کا محافظ اور نگران ہو جاتا ہے اور اُسے صلیب پر سے بھی زندہ اُتار لیتا ہے اور آگ میں سے بھی صحیح وسلامت نکال لیتا ہے۔ مگر ان عجائبات کو وُہی لوگ دیکھا کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ پر پُورا ایمان رکھتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 375-376)

والدہ کی تعظیم

"پہلی حالت انسان کی نیک بختی کی ہے کہ والدہ کی عزّت کرے۔ اویس قرنی کے لئے بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمن کی طرف مُنہ کر کے کہا کرتے تھے کہ مجھے یمن کی طرف سے خدا کی خوشبو آتی ہے۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ وُہ اپنی والدہ کی فرمانبرداری میں بہت مصرُوف رہتا ہے اور اِسی وجہ سے میرے پاس بھی نہیں آسکتا بظاہر یہ بات ایسی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔ مگر وُہ ان کی زیارت نہیں کر سکتے۔ صرف اپنی والدہ کی خدمتگزاری اور فرمانبرداری میں پوری مصروفت کی وجہ سے۔ مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ہی آدمیوں کو السّلام علیکم کی خصوصیت سے وصیّت فرمائی یا اویس کو یا مسیحؑ کو۔ یہ ایک عجیب بات ہے جو دوسرے لوگوں کو ایک خصوصیت کے ساتھ نہیں ملی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جب حضرت عمرؓ اُن سے ملنے کو گئے۔ تو اویس نے فرمایا کہ والدہ کی خدمت میں مصروف رہتا ہوں اور میرے اونٹوں کو فرشتے چرایا کرتے ہیں۔ ایک تو یہ لوگ ہیں جنہوں نے والدہ کی خدمت میں اِس قدر سعی کی اور پھر یہ قبولیّت اور عزّت پائی۔ ایک وُہ ہیں جو پیسہ پیسہ کے لئے مقدّمات کرتے ہیں اور والدہ کا نام ایسے بُری طرح لیتے ہیں کہ رذیل قومیں چُوہڑے چمار بھی کم لیتے ہوں گے۔ ہماری تعلیم کیا ہے؟ صرف اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ہدایت کا بتلا دینا ہے۔ اگر کوئی میرے ساتھ تعلق ظاہر کر کے اس کو ماننا نہیں چاہتا تو وُہ ہماری جماعت میں کیوں داخل ہوتا ہے؟ ایسے نمونے سے دوسروں کو ٹھوکر لگتی ہے اور وُہ اعتراض کرتے ہیں کہ ایسے لوگ ہیں جو ماں باپ تک کی بھی عزت نہیں کرتے۔ مَیں تم سے سَچ سَچ کہتا ہوں کہ مادر پدر آزاد کبھی خیر وبرکت کا مُنہ نہ دیکھیں گے۔ پس نیک نیّتی کے ساتھ اور پُوری اطاعت اور وفاداری کے رنگ میں خدا رسول کے فرمودہ پر عمل کرنے کو تیار ہو جاؤ۔ بہتری اِسی میں ہے۔ ورنہ اختیار ہے۔ ہمارا کام صرف نصیحت کرنا ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 295-296)

نماز کے پانچ وقتوں کی حکمت بارے نصیحت۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"علاوہ ازیں دو حصّے اَور بھی ہیں۔ جن کو مدّ نظر رکھنا صادق اخلاص مند کا کام ہونا چاہئے۔ اُن میں سے ایک عقائد صحیحہ کا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کمال فضل ہے کہ اُس نے کامل اور مکمّل عقائد کی راہ ہم کو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بدُوں مشقت ومحنت کے دکھائی ہے۔ وُہ راہ جو آپ لوگوں کو اِس زمانہ میں دکھائی گئی ہے بہت سے عالِم ابھی تک اُس سے محرُوم ہیں۔ پس خدا تعالیٰ کے اِس فضل اور نعمت کا شکر کرو اور وُہ شکر یہی ہے کہ سچے دِل سے اُن اعمالِ صالحہ کو بجا لاؤ جو عقائد صحیحہ کے بعد دُوسرے حِصّہ میں آتے ہیں اور اپنی عملی حالت سے مدد لے کر دُعا مانگو کہ وُہ ان عقائد صحیحہ پر ثابت قدم رکھے اور اعمالِ صالحہ کی توفیق بخشے۔ حصّہ عبادات میں صوم، صلوٰۃ وزکوٰۃ وغیرہ اُمور شامل ہیں۔ اب خیال کرو کہ مثلاً نماز ہی ہے۔ یہ دُنیا میں آئی ہے لیکن دُنیا سے نہیں آئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ اور یہ بھی یاد رکھو کہ یہ جو پانچ وقت نماز کے لئے مقرر ہیں یہ کوئی تحکّم اور جبر کے طور پر نہیں۔ بلکہ اگر غور کرو تو یہ دراصل رُوحانی حالتوں کی ایک عکسی تصویر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ۔ یعنی قائم کرو۔ نماز کو دلوک الشمس سے۔ اب دیکھو! اللہ تعالیٰ نے یہاں قیامِ صلوٰۃ کو دلوک شمس سے لیا ہے۔ دلوک کے معنوں میں گو اختلاف ہے۔ لیکن دوپہر کے ڈھلنے کے وقت کا نام دلوک ہے۔ اب دلوک سے لے کر پانچ نمازیں رکھ دیں۔ اس میں حِکمت اور سِرّ کیا

ہے۔ قانونِ قدرت دکھاتا ہے کہ روحانی تذلّل اور انکسار کے مراتب بھی دلوک ہی سے شروع ہوتے ہیں اور پانچ ہی حالتیں آتی ہیں۔ پس یہ طبعی نماز بھی اُس وقت سے شروع ہوتی ہے۔ جب حُزن اور ہمّ وغم کے آثار شروع ہوتے ہیں۔ اُس وقت انسان پر کوئی آفت یا مصیبت آتی ہے۔ تو کس قدر تذلّل اور انکساری کرتا ہے۔ اب اُس وقت اگر زلزلہ آوے تو تم سمجھ سکتے ہو کہ طبیعت میں کیسی رقّت اور انکساری پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح پر سوچو کہ اگر مثلاً کسی شخص پر نالش ہو تو سمن یا وارنٹ آنے پر اس کو معلوم ہوگا کہ فلاں دفعہ فوجداری یا دیوانی میں نالش ہوئی ہے۔ اب بعد مطالعہ وارنٹ اس کی حالت میں گویا نصف النّہار کے بعد زوال شروع ہوا۔ کیونکہ وارنٹ یا سمن تک اُسے کچھ معلوم نہ تھا۔ اب خیال پیدا ہوا کہ خدا جانے ادھر وکیل ہو یا کیا ہو؟ اس قسم کے تردّدات اور تفکّرات سے جو زوال پیدا ہوتا ہے یہ وُہی حالت دلوک ہے اور یہ پہلی حالت میں جو نماز ظہر کے قائم مقام ہے اور اُس کی عکسی حالت نماز ظہر ہے۔ اب دوسری حالت اُس پر وُہ آتی ہے جبکہ وُہ کمرۂ عدالت میں کھڑا ہے فریق مخالف اور عدالت کی طرف سے سوالات جرح ہو رہے ہیں اور وُہ ایک عجیب حالت ہوتی ہے۔ یہ وُہ حالت اور وقت ہے جو نماز عصر کا نمونہ ہے۔ کیونکہ عصر گھوٹنے اور نچوڑنے کو کہتے ہیں۔ جب حالت اَور بھی نازک ہو جاتی ہے اور فرد قرار جُرم لگ جاتی ہے۔ تو یاس اور نا اُمیدی بڑھتی ہے۔ کیونکہ اب خیال ہوتا ہے کہ سزا مل جاوے گی۔ یہ وُہ وقت ہے جو مغرب کی نماز کا عکس ہے۔ پھر جب حکم سنایا گیا اور کانسٹیبل یا کورٹ انسپکٹر کے حوالہ کیا گیا تو وہ رُوحانی طور پر نماز عشاء کی عکسی تصویر ہے۔ یہاں تک کہ نماز کی صُبحِ صادِق ظاہر ہوئی اور اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا کی حالت کا وقت آگیا تو روحانی نماز فجر کا وقت آگیا اور فجر کی نماز اس کی عکسی تصویر ہے۔ القصّہ مَیں پھر تم کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ تم جو میرے ساتھ ایک سچّا تعلق پیدا کرتے ہو۔ اُس سے یہی غرض ہے کہ تم اپنے اخلاق میں، عادات میں ایک نمایاں تبدیلی کرو۔ جو دُوسروں کے لئے ہدایت اور سعادت کا مُوجب ہو۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 149-151)

نیکی کیا ہے اس کی طرف حضورؑ نے یوں توجہ دلائی:

"نیکی ایک زینہ ہے اِسلام اور خدا کی طرف چڑھنے کا۔ لیکن یاد رکھو کہ نیکی کیا چیز ہے۔ شیطان ہر ایک راہ میں لوگوں کی راہ زنی کرتا اور اُن کو راہِ حق سے بہکاتا ہے۔ مثلاً رات کو روٹی زیادہ پک گئی اور صبح کو باسی بچ رہی۔ عین کھانے کے وقت کہ اُس کے سامنے اچھے اچھے کھانے رکھے ہیں۔ ابھی ایک لُقمہ نہیں کہ دروازہ پر آکر فقیر نے صدا کی اور روٹی مانگی۔ کہا کہ باسی روٹی سائل کو دے دو۔ کیا یہ نیکی ہوگی؟ باسی روٹی تو پڑی ہی رہنی تھی۔ تنعّم پسند اُسے کیوں کھانے لگے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَیُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسۡکِیۡنًا وَّیَتِیۡمًا وَّاَسِیۡرًا (الدھر:9) یہ بھی معلوم رہے کہ طعام کہتے ہی پسندیدہ طعام کو ہیں۔ سڑا ہوا باسی طعام نہیں کہلاتا۔ الغرض اس رکابی میں سے جس میں ابھی تازہ کھانا اور لذیذ اور پسندیدہ رکھا ہوا ہے۔ کھانا شروع نہیں کیا۔ فقیر کی صَدا پر نکال دے تو یہ نیکی ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 75)

واعظ، وعظ سے قبل خود عمل کرے۔ فرمایا

"واعظ اگر خود عمل نہیں کرتا تو اُس کی باتوں کا کچھ بھی اثر نہیں پڑ سکتا۔ یہ بھی قاعدہ کی بات ہے کہ اگر خود آدمی کہے اور کرے نہیں تو اس کا بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ اگر زِنا کار زِنا سے منع کرے تو اُس کی اِس حالت کے ثابت ہو جانے پر سُننے والوں کے دہریّہ ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ وُہ خیال کریں گے کہ اگر زِناکاری واقعی خطرناک چیز ہوتی اور خدا تعالیٰ کے حضور اس ناپاکی پر سزا ملتی ہے اور خدا واقعی ہوتا تو پھر یہ جو منع کرتا تھا خود کیوں اس سے پرہیز نہ کرتا۔ مجھے معلوم ہے کہ ایک شخص، ایک مولوی کی صُحبت کے باعث مسلمان ہونے لگا۔ ایک روز اُس نے دیکھا کہ وُہی مولوی شراب پی رہا تھا تو اُس کا دل سخت ہو گیا اور وہ رُک گیا۔ غرض تَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ میں یہ فرمایا کہ وُہ اپنے اعمال کی روشنی سے دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں اور پھر اُن کا شیوہ یہ ہوتا ہے تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ یعنی صبر کے ساتھ وعظ و نصیحت کا شیوہ اختیار کرتے ہیں۔ جلدی جھاگ منہ پر نہیں لاتے۔ اگر کوئی مولوی اور پیش رَو ہو کر، اِمام اور رہنما بن کر جلدی بھڑک اُٹھتا ہے اور اِس میں برداشت اور صبر کی طاقت نہیں تو وُہ لوگوں کو کیوں نقصان پہنچاتا ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 191-192)

انسانی پیدائش کی غرض:

"تم اس بات کو سمجھ لو کہ تمہارے پیدا کرنے سے خدا تعالیٰ کی غرض یہ ہے کہ تم اُس کی عبادت کرو اور اُس کے لئے بن جاؤ۔ دُنیا تمہاری مقصود بالذّات نہ ہو۔ مَیں اس لئے بار بار اس ایک امر کو بیان کرتا ہوں کہ میرے نزدیک یہی ایک بات ہے جس کے لئے انسان آیا ہے اور یہی بات ہے جس سے وہ دُور پڑا ہوا ہے۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ

تم دُنیا کے کاروبار چھوڑ دو۔ بیوی بچّوں سے الگ ہو کر کسی جنگل یا پہاڑ میں جا بیٹھو۔ اسلام اس کو جائز نہیں رکھتا اور رہبانیّت اسلام کا منشاء نہیں۔ اسلام تو انسان کو چُست اور ہوشیار اور مُستعد بنانا چاہتا ہے۔ اس لئے مَیں تو کہتا ہوں کہ تم اپنے کاروبار کو جدّ وجہد سے کرو۔ حدیث میں آیا ہے کہ جس کے پاس زمین ہو اور وُہ اس کا تردّد نہ کرے تو اس سے مؤاخذہ ہو گا۔ پس اگر کوئی اس سے یہ مُراد لے کہ دُنیا کے کاروبار سے الگ ہو جائے وُہ غلطی کرتا ہے۔ نہیں!۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ سب کاروبار جو تم کرتے ہو۔ اس میں دیکھ لو کہ خدا تعالیٰ کی رضاء مقصود ہو اور اُس کے اِرادہ سے باہر نکل کر اپنی اغراض و جذبات کو مقدّم نہ کرو۔

پس اگر انسان کی زندگی کا یہ مدّعا ہو جائے کہ وہ صرف تنعّم کی زندگی بسر کرے اور اس کی ساری کامیابیوں کی انتہا خورد و نوش اور لباس و خواب ہی ہو اور خدا تعالیٰ کے لئے کوئی خانہ اُس کے دل میں باقی نہ رہے تو یہ یاد رکھو کہ ایسا شخص فِطرۃ اللّٰہ کا مقلب ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وُہ رفتہ رفتہ اپنے قویٰ کو بیکار کر لے گا۔ یہ صاف بات ہے کہ جس مطلب کے لئے کوئی چیز ہم لیتے ہیں اگر وہ کام نہ دے تو اُسے بیکار قرار دیتے ہیں۔ مثلاً ایک لکڑی کُرسی یا میز بنانے کے واسطے لیں اور اس کام کے ناقابل ثابت ہو تو ہم اُسے ایندھن ہی بنالیں گے۔ اسی طرح پر انسان کی پیدائش کی اصل غرض تو عبادت الٰہی ہے لیکن اگر وُہ اپنی فطرت کو خارجی اسباب اور بیرونی تعلقات سے تبدیل کر کے بیکار کر لیتا ہے تو خدا تعالیٰ اُس کی پروا نہیں کرتا۔ اِسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے۔ قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَآؤُکُمْ۔ مَیں نے ایک بار پہلے بھی بیان کیا تھا کہ مَیں نے ایک رؤیا میں دیکھا کہ مَیں ایک جنگل میں کھڑا ہوں۔ شرقاً غرباً اس میں ایک بڑی نالی چلی گئی ہے۔ اس نالی پر بھیڑیں لٹائی ہوئی ہیں اور ہر ایک قصاب کے جو ہر ایک بھیڑ پر مسلّط ہے۔ ہاتھ میں چُھری ہے جو اُنہوں نے اُن کی گردن پر رکھی ہوئی ہے اور آسمان کی طرف مُنہ کیا ہوا ہے۔ مَیں اُن کے پاس ٹہل رہا ہوں۔ مَیں نے یہ نظارہ دیکھ کر سمجھا کہ یہ آسمانی حکم کے منتظر ہیں تو مَیں نے یہی آیت پڑھی۔ قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَآؤُکُمْ۔ یہ سُنتے ہی اُن قصابوں نے فی الفور چُھریاں چلا دیں اور یہ کہا کہ تم ہو کیا۔ آخر گوہ کھانے والی بھیڑیں ہی ہو۔ غرض خدا تعالیٰ متقی کی زندگی کی پرواہ کرتا ہے اور اس کی بقاء کو عزیز رکھتا ہے اور جو اُس کی مرضی کے برخلاف چلے وُہ اس کی پرواہ نہیں کرتا اور اُس کو جہنّم میں ڈالتا ہے۔ اس لئے ہر ایک کو لازم ہے کہ اپنے نفس کو شیطان کی غلامی سے باہر کرے۔ جیسے کلوروفارم نیند لاتا ہے اِسی طرح پر شیطان انسان کو تباہ کرتا ہے اور اُسے غفلت کی نیند سُلاتا ہے اور اُسی میں اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 183-185)

اللہ تعالیٰ ہمیں اِن نصائح پر عمل کی توفیق دے۔ آمین

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

✡✡✡✡